The Journal Of Contemporary Social Sciences

www.tjcss.org (TJCSS)

محمد آصف

ریسرچ اسکالر مسلم یوتھ یونیورسٹی، اسلام آباد

اردو ادب اور نفسیات کا باہمی انسلاک

Muhammad Asif

Research scholar Muslim Yougth University, Islamabad

Mutual connection of Urdu literature and psychology

The creative journey of poetry and prose in Urdu literature is actually an expression of the psychological process. Psychology is the subject that has a close relationship with human life. It is the name of the study of human character and mind. It is not possible to deny the use of psychological factors in the creation of literature but also while criticizing the literary level. When the literary creations of any writer and poet are analyzed psychologically, the artist's own psychology plays a key role in this process. Because being a human being, his own psychology is connected with factors like love, hate, stubbornness, ego, sorrow, goals, hunger, sex, revenge, anger, fear, jealousy, inferiority complex, superiority sense. . When the writer creates literature in the light of these factors, then we call this literature psychological literature and when the critic evaluates a work of art keeping these factors in mind, then this evaluation is called psychological criticism. The creative process springs from human psychological attitudes, consciousness and subconsciousness. Apart from the artist's own psychology, the second reference is the environment found around him.

Keywords: stubbornness, jealousy, psychological, environment, criticism

کلیدی الفاظ: نفسیات، شعور اور لا شعور، نفسیاتی تنقید

اردو ادب میں شاعری اور نثر کا تخلیقی سفر دراصل نفسیاتی عمل کا اظہار ہے دنیا میں جس قدر تعلیم کے نظام موجود ہیں یا جتنے موضوعات کا درس دیا جاتا ہے ان میں سے نفسیات وہ مضمون ہے جس کا انسانی زندگی کے ساتھ گہرا تعلق ہے دراصل نفسیات انسانی کردار اور ذہن کے مطالعے کا نام ہے۔ ادب کی تخلیق میں بلکہ ادبی سطح پر تنقید کرتے ہوئے بھی نفسیاتی عوامل کی کار فرمائی سے انکار ممکن نہیں جب کسی بھی ادیب اور شاعر کی ادبی تخلیقات کا نفسیاتی جائزہ لیا جاتا ہے تو اس عمل میں فنکار کی اپنی نفسیات کلیدی حیثیت رکھتی ہے کیوں کہ ایک انسان ہونے کے ناطے اس کی اپنی نفسیات محبت، نفرت ، ضد ، انا، دکھ سکھ ، اغراض و مقاصد، بھوک ، جنس، انتقام، غصہ،خوف، حسد، احساس کمتری، احساس برتری جیسے عوامل سے جڑی ہوئی ہے۔ ادیب جب ان عوامل کی روشنی میں ادب پارہ تخلیق کرتا ہے تو ہم اس ادب کو نفسیاتی ادب کا نام دیتے ہیں اور جب تنقید نگاران عوامل کو مد نظر رکھتے ہوئے کسی فن پارے کا جائزہ لیتا ہے تو اس جائزے کو نفسیاتی تنقید کہا جاتا ہے یوں تخلیقی عمل کا سر چشمہ انسانی نفسیاتی رویوں ، شعور اور لا شعور سے پھوٹتا ہے۔ فنکار کی اپنی نفسیات کے علاوہ دوسرا حوالہ اس کے ارد گر د پایا جانے والا ماحول ہے یہ دونوں حوالے نفسیاتی سطح پر اس قدر اہمیت کے حامل ہیں کہ ان کو مد نظر رکھ کر کائنات کے تمام مسائل کا احاطہ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ شروع شروع میں ادب کو انسان اور انسانی مسائل کے حوالے سے **جدا** گانہ چیز گردانا جاتا تھا ادب کا انسانی سرگرمیوں سے دور کا واسطہ بھی نہیں تھا مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب نفسیات کی اہمیت سامنے آتی گئی اور ماہرین نفسیات فطری طور پر ادب کی طرف رجوع کرنے لگے تو ماہرین نفسیات کو فنکار کے ذہن ، عمل اور کردار کے مطابق فن پارے کا جائزہ لینا سب سے زیادہ فطری معلوم ہوا۔ یونگ کے مطابق :

''یہ تو بالکل واضح ہے کہ نفسیات کو جو کہ نفسی عمل کا مطالعہ ہے ادب کے مطالعے کا بھی ذریعہ بنایا جا سکتا ہے کیوں کہ انسانی دماغ سارے علوم و

فنون کا سر چشمہ ہے)" ۱
کلیم الدین احمد لکھتے ہیں :
"ماہر نفسیات کا یہ قابل تحسین شوق اور جوش اس کی لامتناہی رجائیت کی وجہ سے تھا۔ اسے معلوم تھا کہ نفسیات انسانی زندگی اور ادب میں تبدیلی لانے جارہی ہے) ۲
تخلیقی سر چشمے کے حوالے سے بہت عرصے تک یہ سمجھا جاتا رہا کہ" آتے ہیں غیب سے یہ مضامین خیال میں لیکن ماہرین نفسیات نے ادب کا نفسیاتی سطح پر جائزہ لینے کے بعد یہ ثابت کیا کہ فکر و خیال کا یہ دھارا فنکار کے وجود سے ٹپکتا ہے اس لیے شخصیت اور شخصی مسائل کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔لہذا کسی بھی ادب پارے کا نفسیاتی سطح پر جائزہ لینے سے پہلے تخلیق کار کانفسیاتی جائزہ لینا از حد ضروری ہے تاکہ نفسیاتی شعور کی مدد سے مصنف کے ذہن تک رسائی حاصل کی جائے۔
ڈاکٹر سید عبد اللہ تحریر کرتے ہیں :
'ادب ۔۔۔۔۔کے ذریعے فن کار جذبات اور خیالات کو اپنی نفسی اور شخصی خوبیوں میں ڈھال کر ۔۔۔۔۔۔ ظاہر کرتا ہے۔)۳
گویا علم نفسیات میں تصنیف سے زیادہ مصنف کے ذہن و کردار کا جائزہ لینا ضروری ۔ دراصل نفسیات لاشعور میں دبی ہوئی ان خواہشات و احساسات کا احاطہ کرتی ہے جس سے متاثر ہو کر فنکار نے شعر و ادب کا راستہ اختیار کیا اس طرح ادیب کے تخلیقی عمل کو سمجھنے کے لیے نفسیات کی روشنی میں اس کے ذہنی عمل کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر شارب ردولوی نفسیات اور ادیب کے تخلیقی عمل کے باہمی ربط کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں :
"نفسیات کی توسط سے فنکار کی تخلیق کا جائزہ لینا آسان ہو جاتا ہے۔ اس کے **علاوہ** فنکار کی نفسی کیفیت اور تخلیقات کے حوالے سے خارجی اور داخلی رجحانات کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے۔) ۴
جدید نفسیات کے نظریے عام ہونے کے بعد تخلیقی عمل اور فرد کی ذات میں زیادہ دلچسپی کا اظہار کیا گیا ہے ۔ ادبی تخلیق کے حوالے سے ذہن کے ان پوشیدہ گوشوں کو تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جن کی وجہ سے ادیب مختلف تجربات اور پیچیدگیوں سے دوچار ہوا ہے۔ادب اور ادب کی تخلیق سے متعلق لا تعداد مکتبہ فکر سامنے آئے۔ جنہوں نے اپنے نظریات کے مطابق ادب اور نفسیات کے باہمی ربط کو اجاگر کیا اور ادب کو نئی جہت سے روشناس کرایا۔ نفسیاتی حوالے سے ادب کو نیم شعوری اور غیر شعوری محرکات کا عکاس کہا گیا۔ ادب کا نفسیات سے رشتہ بیسویں صدی کے آغاز میں سامنے **آیا** اور اس باہمی ربط کا سبب بیسویں صدی میں پیش آنے والے وہ سماجی حالات تھے جنہوں نے فرد کو داخلی سطح پر انتشار اور رکشمکش میں مبتلا کیا۔ اس دور میں صنعتی اور مادی ترقی نے جس تیزی سے اپنا سفر طے کیا وہیں اس مقصد کے حصول کے لیے عیاری، مکاری اور دھوکہ دہی کو جائز عمل قرار دیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ سرمایہ درانہ نظام نے فرد کی ذاتی اور سماجی زندگی کو نفسیاتی اتار چڑھاؤ سے دوچار کردیا۔ نتیجتاًان سماجی کروٹوں کی وجہ سے فرد کی شخصیت بری طرح مسخ ہوئی اور وہ مختلف نفسیاتی عارضوں کا شکار ہوا۔ یہ نفسیاتی عارضے جو ذہنی کرب اور جذباتی کشمکش کا نتیجہ تھے فرد کو اضطراب اور بے سکونی کے گھنے جنگل میں دھکیل رہے تھے۔ ضروری ہو گیا تھا کہ ان مسائل کا نفسیاتی حل تلاش کیا جائے۔ سگمنڈ فرائڈ پہلا ماہر نفسیات ہے جس نے اپنے مشاہدات اور تجربات کے ذریعے انسانی لاشعور میں موجود خواہشات اور مسائل کو دریافت کیا اور فرد کے نفسیاتی عارضوں کا حل تلاش کیا۔ فرائڈ نے لاشعور کو اپنا طریقہ علاج تحلیل نفسی سے مربوط کیا۔ اس کے مطابق تحلیل نفسی کا تعلق ہر فرد کے ساتھ ہے خواہ وہ شخص بیمار ہو ت مند ، تحلیل نفسی نے انسانی شخصیت پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ فرائڈ کا یہ نظریہ ادب کو بھی متاثر کیے بغیر نہ رہ سکا۔ تحلیل نفسی کے نظریے نے نہ صرف نفسیاتی مریضوں کی اصلاح میں بہترین کردار ادا کیا بلکہ شعر و ادب پر بھی دورس اثرات مرتب کیے ڈاکٹر سلیم اختر تحلیل نفسی کے ادب پر اثرات کے متعلق تحریر کرتے ہیں :
فرائڈ نے تحلیل نفسی کی روشنی میں جو ادبی نظریہ پیش کیا وہ اپنی انفرادی صورت میں یا فرائڈ کے تمام نظریات سے عدم واقفیت کی بنا پر ایک عام قاری کو شائد درست نظر نہ آئے، لیکن اس کے نظام فکر کے تناظر میں یہ ادبی نظریہ نہ صرف درست معلوم ہوتا ہے بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ

ادب کا نظریہ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ ------ اس کی وجہ یہ ہے کہ فرائڈ نے جس طرح ذہنی صحت کے اصول ذہنی مریضوں سے اور اعصابی توازن کے اصول اعصابی خلل کی علامات سے اخذ کیے اسی طرح اس نے ادب کا نظریہ بھی اپنے مریضوں کی نفسی سرگزشتوں سے حاصل کیا) ۵ (

تحلیل نفسی کے ذریعے ایسی پوشیدہ صلاحیتوں سے آگاہی حاصل ہوئی جو ادب کی شناخت میں مدد دے سکتی ہیں۔ تحلیل نفسی کے ذریعے فنکار کے اندر جھانکا جاسکتا ہے اور فنکار کے اندر اتر کر اس کی فطری جبلتوں کو سمجھ کر فنکار کی شخصیت سے واقفیت حاصل کی جاسکتی ہے ۔ ڈاکٹر سلیم اختر تحریر کرتے ہیں :

فرائڈ نے نفسیاتی سطح پر انسانی دماغ میں موجود پیچیدگیوں کو حل کرنے ، نفسی عوامل کو سمجھنے--- نظریہ ادب میں تخلیق کاروں کی تحریروں کی سمجھ بوجھ کے حوالے سے **جدا** گانہ انداز پیش کیا (1

نفسیاتی سطح پر انسانی زندگی میں لاشعور کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں، انسانی شعور کا مضبوط تعلق لا شعور سے جڑا ہوا ہے فرد کی زندگی میں پائی جانے والی نفسیاتی الجھنیں دراصل ان تشنہ آرزؤں کا نتیجہ ہوتی ہیں جنہیں فرد Super Ego کی وجہ سے وقتی طور پر دبا دیتا ہے وہ تشنہ خواہشات انسانی لاشعور کا حصہ بن جاتی ہیں اورموقع ملتے ہی تسکین کا راستہ تلاش کرتی ہیں۔ لاشعور کے متعلق اس نظریے نے انسانی زندگی کے چھپے ہوئے گوشوں کو بے نقاب کیا اس تصور نے نہ صرف ادب کو متاثر کیا بلکہ نئے

موضوعات کو بھی ادب کا حصہ بنایا۔پہلی جنگ عظیم کے بعد ادیب کی نفسیات کے لحاظ سے ادبی تخلیقات میں دلچسپی سامنے آئی اور ادیب کے داخلی مسائل کے اثرات اس کی تخلیقات کے حوالے سے لازم و ملزوم ٹھہرے ادیب کےداخلی مسائل کا تعلق اس کی تخلیق کے ساتھ جوڑنےکا نظریہ سب سے پہلے فرائڈ نے پیش کیا۔ فرائڈ نے ادب پر نہ صرف تحلیل نفسی کے اثرات کو واضح کیا بلکہ ادب کی تخلیق میں ادیب و شاعر کے داخلی مسائل کے اثرات شعر، ڈرامے، ناول، افسانے ، مواد اور پیشکش پر بھی واضح کیے یہاں تک کہ حروف کی اشکال کھینچتےوقت ادیب کے ہاتھوں، آنکھوں اور چہرے کی حرکات و سکنات کا تعلق بھی نفسیاتی سطح پر داخلی مسائل کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر تحریر کرتے ہیں :

تخلیق ادب میں کاغذ اور قلم کا میلاپ اہم ہے ہی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ادیب کے ہاتھوں کی جنبش اور حروف کے دائرے اور قوسین بنانے اور کششیں کھینچنے میں منحصوص حرکات بھی نظر اندازاز نہیں کی جاسکتیں اس لیے کہ یہ محض میکانکی یا خود کار نہیں ہو تیں بلکہ یہاں بھی لاشعوری اثرات کی کار فرمائی دیکھی جاسکتی ہے ------- اور یوں تخلیق کار کی پوری شخصیت نوک قلم سے روشنائی کی صورت میں صفحہ پر منتقل ہوتی ہے اس طرح ادب اور نفسیات کا مسئلہ دراصل ادب اور ذہن کا مسئلہ بن جاتا ہے) ۷

یہاں نفسیات کاتحریر کے ساتھ انتہائی قریبی تعلق قائم کیا گیا ہے کہ حروف تحریر کرتے وقت ہاتھوں کی حرکات وسکنات آنکھوں کی حرکت ، چہرے کا حروف اور الفاظ کے ساتھ متغیر ہونا، ہونٹوں کا سکڑنا اور پھیلنا یہ سب نفسیاتی تاثراور اثر پزیری کے مرہون منت ہے ۔ جب ہی نفسیات اورزبان ، زبان اور ذہن ، ذہن اور ادب، ادب اور نفسیات باہم مربوط ہیں۔ مغرب کے افسانوی ادب کا نفسیاتی سطح پر جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ انیسویں صدی کے آخر میں افسانوی ادب پر نفسیات کےگہرے اثرات دکھائی دیتے ہیں۔ جدید نفسیات کے اثرات کو جن ادیبوں نے اپنا یا ان میں قابل ذکر ڈی۔ ایچ۔ لارنس،پروست، موپساں اہم مقام کے حامل ہیں۔ اردو کے افسانوی ادب پر علم نفسیات کااثر انہی ادیبوں کے رجحانات کی وجہ سے ہوا۔ ہمارے افسانہ نگاروں نے مغربی افسانہ نگاروں سے جن جن نفسیاتی عوامل کو اپنانے کی کوشش کی اُن میں شعور کی رو، انسانی محبت کا جذبہ اور اس جذبےسے پنپنے والے نئے خیالات اور نئی کیفیات کے علاوہ نفسیاتی کش مکش میں ڈوبی ہوئی کر دار نگاری قابل ذکر ہے۔

ماہرین نفسیات ادب کی تخلیق کے سلسلوں کو بھی نفسیات کے ساتھ جوڑتے ہیں ان کے مطابق ادب میں موجود واقعات، کردار ، اشارے کنایے اور علامتوں سے مل کر انسانی نفسیات تشکیل پاتی ہے۔اردو افسانے اور نفسیات کے باہمی ربط کے حوالے سے ۱۹۳۰ اور اس کے بعد کا زمانہ اہمیت کا حامل ہے اس دور میں اردو افسانے نے نفسیاتی رجحانات کا اثر قبول کیا۔ یہ وہ دور تھاجب فرائڈ اور باقی نفسیات دان اردو ادیبوں کو متاثر کر چکے تھے۔ اسی دور میں سعادت حسن منٹو کا افسانہ '' انگارے'' منظر عام پر آیا اس افسانے میں لارنس اور جیمز جوائس کی تحریروں کا اثر نمایاں تھا۔ منٹو کے علاوہ عزیز

احمد ، عصمت چغتائی، راجندر سنگھ بیدی، ممتاز مفتی ، سجاد ظہیر اور قرۃ العین حیدر نے بھی فرائڈ کے نظریات کا اثر قبول کیا انگارے کی اشاعت کے بعد اردو ادب میں نئے نفسیاتی رجحانات شامل ہوئے منٹو نے حقیقت نگاری سے کام لیتے ہوئے عورت اور خاص طور پر طوائف کی نفسیات کو ادب کا موضوع بنایا۔ منٹو کے علاوہ ممتاز مفتی کے بیشتر افسانے اور ناول لاشعور میں دبی ہوئی تشنہ آرزؤں کی عکاسی کرتے ہیں ممتاز مفتی نے عورت کے دل میں پلنے والی جنسی خواہشات اور حسرتوں کو بیان کیا ہے جو مروجہ معاشرے یا Super Ego کی وجہ سے لاشعور کا حصہ بن جاتی ہیں اور کئی نفسیاتی الجھنوں کی وجہ بنتی ہیں۔ عزیز احمد بنیادی طور پر ہیولاک ایلس کی نفسیات جنسی Studies in the Psychology of Sex سے متاثر تھے انہوں نے جنس کو اپنی تحریروں کا موضوع بنایا اور جنسی حوالے سے گھٹن زدہ زندگی کے نفسیاتی مسائل کی عکاسی کی۔ عصمت چغتائی نے اپنے افسانوں میں بہت بے باکی سے لڑکوں اور لڑکیوں کے جنسی مسائل پر قلم اٹھایا ہے انہوں نے عورت کے دل کی گہرائیوں میں جھانک کر اس کے ان جذبات و احساسات کو سیکھے انداز میں پیش کیا، جو وہ محسوس تو کرتی ہے مگر خوف کی وجہ سے اظہار کرنے سے کتراتی ہے۔ عصمت چغتائی نے دور طفولیت کی نفسیات کو بھی پیش کیا ہے ۔ منٹو ، عصمت چغتائی، ممتاز مفتی اور عزیز احمد نے اردو افسانے میں ایسے دبستان کی بنیاد رکھی جس میں جنس کو کردار کی تعمیر کے سلسلے میں اہم ترین محرک گردانا جاتا ہے ان افسانہ نگاروں کے علاوہ ممتاز شیریں نے یونگ کے اجتماعی لاشعور کے نظریے سے متاثر ہو کر "دیپک راگ " جیسا یادگار افسانہ تحریر کیا۔ اس افسانے میں بھی محبت ، جنس اور ازدواجی زندگی کے نفسیاتی مسائل کو پیش کیا گیا۔ ممتاز شیریں کے علاوہ اجتماعی لاشعور کے متعلق قرۃ العین حیدر نے بھی چند افسانے تحریر کئے ، سیتا ہرن " اس حوالے سے قرۃ العین حیدر کا لا زوال افسانہ ہے۔ افسانے کا نفسیاتی سطح پر جائزہ لینے سے قبل یہ جان لینا ضروری ہے کہ کسی بھی تخلیق کا نفسیاتی مطالعہ اس کے مکمل ہونے کے بعد شروع نہیں ہو تا بلکہ تخلیق سے پہلے شروع ہوتا ہے جس وقت ادیب کسی ادب پارے کو تخلیق کررہا ہوتا ہے اس وقت وہ ایسے نفسی عوامل اور ذہنی اتارچڑھاؤ سے گزررہا ہوتا ہے جو نہ صرف اس کی اپنی نفسیات کی ترجمانی کرتا ہے بلکہ اس کے ارد گرد بکھرے ہوئے حالات و واقعات کی بھی عکاسی ہو رہی ہوتی ہے۔ اردو افسانےنے نفسیات سے جو اصطلاح اپنائی اسےشعور کی رو کا نام دیاگیاہے۔ شعور کی رو سے مراد یہ ہے کہ :

"Noun: Psychology. A person's thoughts"
and conscious reactions to events, perceived as
a continuous flow. The term was
introduced by William James in his
principles of psychology (1890)"(۸)

شعور کی رو میں حال،ماضی اوراستقبال میں ذہن میں اٹھنے والے بے ترتیب خیالات اورتاثرات کا احاطہ کیا جاتا ہے شعور کی رو کے ذریعے ادیب یافنکار زمان و مکان کی پابندیوں سے آزاد ہوا اور اس طرح جہاں افسانے کے موضوعات اور تفاصیل میں گراں قدر **اضافہ** ہوا وہیں افسانے کے فن میں رنگارنگی اور تنوع کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ ممتاز مفتی تحریر کرتے ہیں :

نفسیات نے افسانے کی تکنیک یا ہیئت کو نہیں بدلا اس کا مرکزی خیال اور **وحدت** تاثر جوں کے توں قائم رہے لیکن اس کے موضوع اور تفاصل میں بے حد اضافہ اور تنوع پیدا ہو گیا ہے) ۹

یقیناً وحدت تاثر ، مرکزی خیال تو افسانے کی تکنیک ہیں اور ان پر نفسیات کا خاطر خواہ اثر نہیں پڑا مگر کردار ، موضوع، مکالمہ ، حرکات و سکنات، اعمال و افعال سب نفسیات کے تابع رہے ہیں اس کے علاوہ اردو افسانے میں تحلیل نفسی کے اثرات بھی دکھائی دیتے ہیں۔ ڈاکٹر حنیف فوق کے الفاظ میں :

"جہاں تک افسانے ۔۔۔۔کا تعلق ہے جدید نفسیات کے اثر سے ان میں تحلیل نفسی کا رجحان آیا) ۱۰

یہ بات بالکل درست ہے کہ افسانے کے بیشتر تجربات اور انقلابی تبدیلیاں تحلیل نفسی کی تحلیل مرہون منت تھیں جدید ترین افسانوں میں جو تجریدیت کی فضا قائم ہوئی ہے اس کا مطالعہ بھی نفسی کی روشنی میں کیا جا سکتا ہے اب افسانہ نگار خود کو زمان و مکان کی پابندی سے آزاد کر کے واقعات اور کرداروں کے اعمال کے مطابق پابندی قبول کرتاہے اورواقعات کی کڑیوں کو جوڑ تا ہے۔ اردو افسانہ نگاروں نے کافی حدتک فرائڈ کے نظریات کا اثر قبول کیا انہوں نے سیاسی اور سماجی مسائل کے ساتھ ساتھ جنس کو بھی حقیقت کی نگاہ سے دیکھا۔ فرائڈ کے مطابق جنس بنیادی توانائی کا درجہ رکھتی ہے اور ہر صورت اپنے اظہار کی خواہش مند ہے مگر وحشی خواہشات کو Super Ego کی وجہ سے دبانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ عصمت چغتائی، منٹو، ممتاز مفتی اور عزیز احمد نے مسلم معاشرے کی جنسی گھٹن کو بہترین انداز میں پیش کیا ان کی نظر میں جنس انفرادی نہیں بلکہ سماجی مسئلہ ہے ، ان افسانہ نگاروں نے ان شعوری محرکات کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا جو ذہنی کشمکش کو جنم دیتے ہیں فرائڈ نے جنس کا رشتہ ،

فرد کی شخصیت سے ، ذہنی توازن سے اور علم و ادب سے جوڑا اس نے تحلیل نفسی پر اپنے پہلے خطبے میں اس بات پر زور دیا :

، جنسی تحریکات نے انسان دماغ کی تمدنی ، فنکارانہ اور معاشرتی خصوصیت کی اعلی ترین کارگزاریوں کی تشکیل میں اہم ترین کردار ادا کیا ہے) ۱۱

ادب پاروں میں جنس کا اظہار جس تو انا صورت میں ہوتا ہے فرائڈ نے اس کے لیے libido کو اصطلاح بنا کر پیش کیا اور لاشعور کو جنس کا مرکز قرار دیا۔ فرائڈ کے نظریات کی وجہ سے اردو افسانے میں نت نئے تجربات کیے گئے۔ حسن عسکری، قرۃ العین حیدر اور احمد علی نے تحلیل نفسی ، خواب اور شعور کی رو کے طرز پر منفرد افسانے تحریر کیے۔ مجموعی اعتبار سے دیکھا جائے تو ادب اور فن لاشعور میں دبی ہوئی خواہشات کے اظہار کا نام ہے ۔ افسانہ نگار اپنی لاشعوری کیفیات کو اپنی تحریروں کے ذریعے سامنے لاتا ہے اور اپنی خواہشات کو تسکین پہنچاتا ہے اس طرح ادب اور فن نامکمل آرزؤں کے اظہار کا نام ہے اور ان آرزؤں کا سر چشمہ لاشعور ہے افسانہ نگاراپنے تجربات کے ساتھ ساتھ اپنی لاشعور میں دبی ہوئی خواہشات کو اس طرح پیش کرتا ہے کہ قاری بھی اتنا ہی لطف اندوز ہو کہ جس قدر افسانہ نگار ، ادب کے ذریعے فنکار لاشعور میں موجود تشنہ آرزؤں کو بیان کرتا ہے۔

دیوندر استر تحریر کرتے ہیں :

"یہ احساسات و خیالات ختم نہیں ہوتے بلکہ لاشعور میں زندہ رہتے ہیں اور عیاں ہونے کے لیے تڑپتے رہتے ہیں کیوں کہ ان رجحانات کو کوئی براہِ راست ذریعہ نہیں ملتا۔ اس لیے یہ مختلف یا پوشیدہ راستوں کے ذریعے عیاں ہوتے ہیں ۔ خواب ، بیداری کے خواب۔۔۔۔۔اور ادب لاشعور کے پروردہ ہیں خواب ہماری دبی ہوئی خواہشات کو براہِ راست عیاں نہیں کرتے کیوں کہ ان پر تحت الشعور کا سنسر ہوتا ہے وہ تمثیل کے ذریعے ظاہر ہوتے ہیں اسطرح ادب بھی دبی ہوئی خواہشوں کی تسکین کا ذریعہ ہے) ۱۲

ادب کے ذریعے فنکار دبی ہوئی خواہشات کو حرکت میں لاتا ہے اس عمل کو نفسیات میں کتھارسس کا نام بھی دیا گیا ہے۔ ادب کے ذریعے دبی ہوئی خواہشات کا اس طرح اظہار کیا جاتا ہے کہ وہ خواہشات تخلیق کا لبادہ اوڑھ کر سماج کے سامنے قابل قبول ٹھہرتی ہیں۔ اپنے وسیع تر کینوس کے باوجود اردو ناول اور نفسیات کے باہمی ربط کے حوالے سے نئے موضوعات سامنے آتے رہے ہیں۔ ناول نے نفسیات کے زیر اثر جنس، ناسٹلجیا، شعور کی رو، ایز اطلبی، ایذاپسندی، ہم جنس پرستی اور ارتفاع کو اپنانے کی کوشش کی ہے۔ اگر چہ اردو ناول نگاری میں نفسیات کا اثر مغرب کے مقابلے میں نیا ہے کیوں کہ مغرب میں نفسیات کے ادب پر اثرات کے سلسلے میں خاصا کام ہوا ہے۔ ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی نے ناول میں نفسیاتی شعور اور رجحان کے حوالے سے تحریر کیا ہے :

جدید مغربی ۔۔۔۔ نفسیات سے شاعری، افسانے اور ڈرامے نے بھی اثر قبول کیا ہے۔ ناول اور افسانہ دونوں اس رجحان کی ترجمانی وو کرتے ہیں۔ "

۱۳)

ا نفسیات سے تقریباً تمام اصناف سخن نے اثر قبول کیا مگر افسانے اور ناول میں زیادہ تر نفسی عوامل کار فرماد کھائی دیتے ہیں۔ جہاں تک ناول اور نفسیات کے باہمی ربط کا معاملہ ہے تو سی۔ ایم۔ جوڈ کی اس بات کا ذکر کرنا ضروری ہے اس نے بہت پتے کی بات کہی ہے ۔ غلام حسین اظہر کے ترجمہ شدہ مقالے" ادبیات پر نفسیات کے اثرات "میں یہ سطریں بھی ملتی ہیں :

جدید دور میں ناول میں ذہنی اور نفسی اتار چڑھاو کو بھی پیش کیا جانے لگا ہے۔ ذہنی سوچ و بچار اور خیالی پلاؤ جیسے داخلی محرکات کو جدید ناول میں اہم مقام حاصل ہے ۔۔۔۔۔۔ حقیقت میں ناول کے موضوعات میں داخلی نفسیاتی حقائق کو نظر انداز کرنا ناممکن ہے۔) ۱۴

ماہرین نفسیات کے مطابق فنکار کی تمام نفسیاتی الجھنوں ، جذباتی اتار چڑھاؤ اور کجرویوں کی وجہ اس کے داخلی محرکات کی باہمی کشمکش ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ناول کے موضوعات میں تنوع در نگارنگی، وسعت اور اضافی کیفیت دیکھی گئی، اس طرح ناول نے اپنے نئے موضوعات کو خوش اسلوبی سے سمیٹ لیا۔ قصہ چاہے فرد کا ہو یامعاشرے کا، اس کا تانا بانا ہمیشہ نفسیات کے گرد ہی بنا جاتا ہے۔ انسانی ذہن میں پیدا ہونےوالی کروٹوں کو ناول نے اپنا موضوع بنا کر اس صف کو داخلی عکاس میں تبدیل کر دیا ہے ۔ ناول نگار اپنی داخلی کیفیات کو تحریر کا موضوع بناتا ہے اور تشنہ آرزؤں کو خوبصورت الفاظ کا لبادہ پہنا کر قارئین کے سامنے پیش کرتا ہے اردو ادب میں ناول نگاری میں نفسیاتی رجحان کاآغاز ناول امراؤ جان ادا سے ہوا۔ اس ناول کو پہلا نفسیاتی ناول ہونے کا درجہ حاصل ہے اور رسوا کو پہلا نفسیاتی ناول نگار قرار دیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر ابو اللیث کے مطابق :

مرزا محمد ہادی رسوا اردو میں نفسیاتی ناول کے علمبر دار اور نمائندہ ہیں) ۱۵

"امراؤ جان ادا ناول کو اردو ناول نگاری میں نفسیاتی اعتبار سے منفر د مقام حاصل ہے اس ناول میں انسانی ذہن کے الجھاؤ ، کشمکش، نفسی کیفیات اور احساس برتری کی حالت کو موضوع بنایا گیا ہے۔ حالات و واقعات کے جبر سے پیدا ہونے والی ذہنی کیفیت کو جس طرح مرزا محمد ہادی رسوانے آشکارہ کیا ہے اس کے مطابق رسوا کوانسانی فطرت و ذہن کا بہترین نباض قرار دیا جاسکتا ہے۔ ادب انسانی زندگی کا ترجمان ہے تہذیب اور معاشرت کی عکاسی کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ ادب زندگی کے ہر پہلو کو سامنے لانے میں بہترین کردار کا حامل ہے۔ زندگی کا ایک اہم پہلو جنس ہے اور ادب کی سطح پر اس اہم پہلو کو کسی بھی طرح نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ انسانی زندگی میں بھوک کی طرح جنس بھی اہم اور بنیادی مسئلہ ہے۔ اگر انسانی زندگی میں جنس کی کار فرمائی موجود ہے تو ادیب کی نظر بھی اس پرپڑے گی اور تحریروں میں تصویر بھی پیش کی جائے گی۔ ادب، نفسیات اور جنس کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیاجاسکتا۔ ناول نگاروں نے اس کو با قاعدہ موضوع کی شکل دی ہے اور اسے ایک مکمل ذہنی رویہ مان کر ہا تھوں ہاتھ لیا ہے۔ اردو ناول میں جنس کے اثرات کے حوالے سے ابو اللیث رقمطراز ہیں :

کرشن چندر کی شکست عصمت کی ٹیڑھی لکیر " اور عزیز احمد کا" گریز "ایسے ناول ہیں جن میں جنسیات کا پہلو نمایاں ہے) ۱۶

سجاد علی مہر نے اردو ناول کے حوالے سے مزید چند ناولوں کی نشاندہی کی ہے :

" جدید ترین نفسیاتی رجحانات کے ماتحت اردوناولوں میں جو ناول وسر فہرست رکھے جاسکتے ہیں ان میں عصمت کا " ٹیڑھی لکیر ،کرشن چندر کا شکست اور عزیز احمد کا گریز " اور" ہوس " ہیں عصمت چغتائی کی ٹیڑھی لکیر در حقیقت اردوادب میں اپنی طرز کا پہلا ناول ہے جس میں تحلیل نفسی کو بہت سلیقے سے برتا گیا ہے۔۔۔۔۔ کہیں اشاروں اور کنایوں میں، کہیں چٹکیاں لے کرصاف اور کھلے الفاظ میں چوٹیں کر کے عصمت نے انسانی نفسیات کے چہرے سے جس طرح نقاب اٹھایا ہے اور جس خوبصورتی اور باریکی سے نفسیاتی تجزیے کی تکنیک کو اپنے آرٹ میں سمویا ہے وہ ان کے سلیقے اور کمال کا شاہد ہے) ۱۷

مندرجہ بالارائے سے اردو ناول اور نفسیات کے باہمی ربط کی بڑی حد تک نشاندہی ہو جاتی ہے یہ آرا ناول کے نفسیاتی عوامل میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ ادب اور نفسیات کاچولی دامن کاساتھ ہے۔ انسان کی زبان سے نکلنے والے ہر لفظ کے پیچھے نفسی عوامل کی کارفرمائی ہوتی ہے چونکہ ادب خالصتاانسانی تخلیق ہے اس اعتبار سے ناول نگاری میں ناول نگار کا تحریر کر دہ ہر جملہ نفسیاتی پہلوؤں کی عکاسی کرتاہے۔ افسانوی ادب ہو یا غیرافسانوی ادب، منظوم کلام ہو یا منثور تحریر ہر جگہ نفسیاتی عوامل حرکت میں دکھائی دیتے ہیں، نفسیاتی نقادوں نے جب ادب پاروں کا اس لحاظ سے جائزہ لیا تو نہ صرف فنکاروں کی شخصیت کی نفسیاتی و میکانکی تشریح کی گئی بلکہ ان کے اثرات کے حوالے سےجب نثر پاروں کا مطالعہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ تحریر کا ایک ایک حرف اصل میں کسی نہ کسی نفسی پہلو کےتابع ہے غزل کے ایک مصرعے سے لے کر افسانہ اور ناول تک میں نفسیاتی جھلکیاں اپنا اثر دکھاتی محسوس ہوتی ہیں۔ ناول کی وسعتوں میں بے شمار نفسیاتی اقسام اور ان گنت نفسی پہلو رواں دواں ہیں ناول

کا وسیع کینوس کہیں جبلی ضروریات کے ساتھ جبلی تشنگی کا بھی احاطہ کر رہا ہے تو کہیں اس کا پلاٹ شعور اور لاشعور کے تابع ہو رہا ہے آنے والے ابواب میں ان پہلوؤں کی بھی ساتھ ساتھ عکاسی کی لیاگئی ہے کہ کس طرح اور کس حد تک نفسیات اردو ناول پر اثر انداز ہے۔ ادب کی دنیا میں شاعری کی بے شمار تعریفیں بیان کی گئی ہیں مگر سب سے زیادہ عام فہم اور بہترین تعریف یہ ہے کہ جو کلام موزوں ہو وہ شعر ہے اس کے علاوہ اصطلاحی سطح پر شعرسے مراد وہ کلام ہے جو انسانی خوشی اور غم کو ابھارے۔ قدیم دور سے ہی شاعر اور شاعری کے حوالے سے مختلف نظریات پیش کیے جاتے رہے ہیں'' ہومر '' کے ہاں شاعری کے ذریعے لطف تخلیق کرنا اور شاعرانہ قوتوں کا اظہار اہم ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی تحریر کرتے ہیں :

ہومر کے نزدیک شاعری کا مقصد لطف ہے جو ایک قسم کے جادوسے پیداہوتا ہے ہومر شاعرانہ قوت کو الہامی قوت کہتا ہے اور اسے دیوتاؤں سے منسوب کرتا ہے) ۱۸

ارسطو افلاطون کا شاگرد تھا اس نے اپنے استادافلاطون کی شاعری کے خلاف اٹھائے گئے تمام مسائل کو مربوط اندازِ فکر میں تبدیل کر دیا۔ ارسطو تخلیق کے جذبے کو احساسات و جذبات کے ساتھ منسلک کرتا ہے اس کے مطابق شاعری پہلے جذبات کو ابھارتی ہے اور پھر ان جزبات کا کتھارسس کرتی ہے ڈاکٹر جمیل جالبی تحریر کرتے ہیں :

جدید نفسیات میں کتھارسس (Katharsis) نے ارتفاع (Sublimation) کی شکل اختیار کرلی ہے جو شاعری کے جذباتی اثر کے سلسلے میں آخری لفظ کی حیثیت رکھتی ہے) ۱۹

انسانی جذبات کا اظہار شاعری کے ذریعے موثر انداز میں کیا جاتا ہے۔ شاعر شعر میں ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے جو جذباتی سطح پر کتھارکس کا ذریعہ بنتے ہیں اور انسانی احساسات و تصورات کے مختلف نقوش کو نمایاں کرتے ہیں۔ الفاظ کی ضرورت تب محسوس ہوئی جب ہم اپنی داخلی اور خارجی کیفیات کو بہتر انداز میں دوسروں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو اس کے لیے ایسے الفاظ اور تراکیب کا استعمال کرتے ہیں کہ دوسرا شخص آسانی سے سمجھ سکے۔ شاعری کے ذریعے انسان کی داخلی دنیا میں اٹھنے والے جذبات و احساسات کو ماضی کے ساتھ جوڑ کر پیش کیا جاتا ہے ورڈزور تھ شاعری اور جذبات کے اظہار کے متعلق بتاتا ہے :

شاعری قوی جذبات کا ایک اضطراری میلان ہے۔ اس کا سر چشمہ ماضی کے وہ جذبات ہوتے ہیں جنھیں سکون کے لمحوں میں یاد کیا جائے) ۲۰

گویاور ڈز ورتھ کے نزدیک شاعری کا تعلق جذبات کے ساتھ ماضی کے حوالے سے بھی جڑا ہوا ہے کیوں کہ شاعر ان جذبات پر بھی غور کرتا ہے جو رد عمل کی صورت میں غائب ہو کر مماثل نئے جذبات کو پیدا کرتے ہیں اور شاعر کے نفسی عوامل کو سامنے لاتے ہیں۔ نفسیاتی لحاظ سے شاعری کے مطالعے سے یہ نکتہ سامنے آتا ہے کہ شاعر اور نیوراتی مریضوں میں چند مشابہتیں ہوتی ہیں اور ان دونوں کا لاشعور سے تعلق بہت گہرا ہوتا ہے اور خاص طور پر دونوں فینٹسی (Fantasy) پر انحصار کرتے ہیں حالانکہ دونوں کی تخیلاتی دنیا میں بہت حد تک فرق ہوتا ہے علم نفسیات کے مطابق شاعری کا تعلق شاعر کے ان خوابوں سے ہے جنھیں وہ (Day Dreaming) بیداری کی حالت میں دیکھتا ہے اس لیے فرائڈ نے شاعری کو خوابوں کی زبان کہا ہے۔ اس حوالے سے محمد نعیم بزمی رقمطراز ہیں :

فرائڈ کے مطابق شاعر Day Dreamier ہوتا ہے جو اپنی تشنہ آرزؤں کو عالم خواب کے بجائے عالم بیداری میں دیکھتا ہے ۔۔۔۔ فرائڈ کی نظر میں شاعری خوابوں کی زبان اور نفس لاشعور کی پیداوار ہے۔) ۲۱

محمد ہادی حسین شاعری اور خوابوں کی زبان کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں :

"لا شعور کا تجزیہ کرنے والے نفسیات دانوں کے امام فرائڈ کے مطابق شاعری تخلیق کار کے لیے نفسیاتی بیماروں کی روک تھام اور خوابوں کی زبان کا ذریعہ ہے۔۔۔۔ فرائڈ کے مطابق نفس غیر شعوری ایک شعر آفرین عضو ہے۔) ۲۲

علم نفسیات کی سطح پر شاعر اور بچے کی ذہنی سطح کا آپس میں موازنہ پیش کیا گیا ہے ۔ فرائڈ نے ایک کھیلتے ہوئے بچے کی مثال پیش کی ہے کہ جس طرح ایک کھیلتا ہوابچہ اپنی مرضی کے مطابق ایک الگ دنیا بناتا ہے یا اپنی دنیا میں موجود چیزوں کو نئے سرے سے تشکیل دیتا ہے اسی طرح ایک

فنکار بھی اپنی من پسند دنیا تخلیق کرتا ہے اور اسے اپنی سوچ اور منشا کے مطابق سجاتا سنوارتا ہے اور اس خیالی دنیا کو حقیقت کی دنیا سے جداگانہ حیثیت عطا کر کے اپنی دبی ہوئی خواہشات اور جذبات کو اس میں شامل کر دیتا ہے۔ شاعر اپنے تخیل کے زور پر ہمارے سامنے ایسی اشیا کو مجسم حالت میں لاکھڑا کرتا ہے کہ جن اشیا کے متعلق ہم بلکل نہیں جانتے ہوتے۔ شاعروں کی فینٹسی کے حوالے سے یہاں تک کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی خیالی دنیا کے مطابق ایسا پھول ایجاد کر سکتا ہے کہ جو ابھی دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوا۔ ثابت ہوا کہ تخیل (Day Dreaming) ایسی طاقت کا حامل ہے کہ جس کے ذریعے انوکھی چیزیں شاعر پر اس طرح نازل ہو رہی ہوتی ہیں کہ جیسے وحی اتر رہی ہو۔ کولرج تخیل کے بارے میں لکھتا ہے :

خیال میری نظر میں یا تو بنیادی ہوتا ہے یا دوسرے درجے پر ، بنیادی تخیل کو میں تمام انسانی فہم اور زندہ قوت کا محرک سمجھتا ہوں اور در نفس محدود میں دائگی تخلیقی عمل کے لا محدود میں ہوں " کی تکرار کی حیثیت رکھتا ہے ۔ ثانوی تخیل کو میں اس کی صدائے بازگشت سمجھتا ہوں جو شعوری ارادے کے ساتھ ساتھ موجو د ہوتا ہے) ۲۳

کولرج کے نزدیک تخیل وہ قوت ہے جو محدود نفسی عوامل کو غیر محدود نفسی عوامل سے ہمکنار کرتا ہے اور شعور کی کڑیوں کو لا شعور سے مربوط کرتا ہے۔ غزل اور نفسیاتی عوامل کے حوالے سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ہر صنف دوسری صنف سے جدا گانہ حیثیت کی حامل ہے اور ہر صنف کی اپنی تکنیک ، الگ انداز بیان اور مختلف مضامین اور خیالات ہوتے ہیں اسی طرح غزل کو دیگر اصناف سے الگ کر کے نفسیاتی سطح پر پر کھا جاسکتا ہے۔ روایت کے سائے میں پروان چڑھنے والی غزل بھی علم نفسیات کے اثرات سے محفوظ نہ رہ سکی۔ کیوں کہ لاشعوری محرکات کے اظہار کے لیے غزل بہترین ذریعہ ہے۔ اسی حوالے سید شبیہ الحسن کی اس رائے کا بھی اضافہ کیاجاسکتا ہے :

"ہماری تمام ادبی اصناف میں غزل ہی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ وہ لاشعوری جبلتوں کو بغیر کسی بڑی تبدیلی کے اپنے اندر سمو سکتی ہے ہمیں غزل میں جو فضا ملتی ہے وہ تقریباً ہر پہلو سے اس فضا سے مشابہت رکھتی ہے جو انسانی لاشعور میں موجود ہے۔) ۲۴

فراق گورکھپوری ، اختر اور مینوی، سید شبیہ الحسن اور سلیم احمد نے اپنی تحریروں میں غزل کی نفسیاتی اہمیت کو اجاگر کیا ہے ان کے خیال میں غزل میں داخلی احساسات و جذبات اور عشق و عاشقی کے معاملات پر زور دیا جاتا ہے ۔یہ سب نفسیاتی حوالے سے محرکات کی حیثیت اختیار کرتے جاتے ہیں۔ غزل کے نفسیاتی مطالعے میں جنسیت کو اہم مقام حاصل ہے فراق گورکھپوری ادبی تخلیق کے حوالے سے جنس کی اہمیت کے شدت سے قائل ہیں وہ اپنی معروف تالیف" اردو کی عشقیہ شاعری "میں تحریر کرتے ہیں :

تمام جاندار جذبے جنسیت کی تخلیق ہیں شدت محبت گرویدگی، فریفتگی خلاقانہ حالتیں ہیں۔) ۲۵

ادب کو جنسیت کے نفسیاتی اور جذباتی پہلوؤں سے ازحد دلچپی ہے سلیم احمد نے بھی اپنے ایک اردو غزل " میں غزل کا نفسیاتی اور جنسی مطالعہ کرتے ہوئے اس خیال کا اظہار کیا :

غزل نے جنسی جذبے کی حیوانی خشونت اور سختی کو دور کر کے اس میں انسانی نرمی پیدا کی ہے ۔۔۔۔۔اردو غزل جنسی جذبے کو دوسری ضروتوں پر ترجیح نہیں دیتی لیکن یہ بھی نہیں چاہتی کہ زندگی کی دوسری ضرورتیں جنسی جذبے پر غالب آجائیں اس لیے اس کا رویہ مفاہمت کا ہے۔) ۲۶

یہ غزل کا وہ مقام ہے جہاں اس کی حیثیت ادب کی سطح پر اور بھی ممتاز ہو جاتی ہے کیوں کہ دوسری اصناف سخن کے بر عکس غزل نے جنس کا کھلی بانہوں سے استقبال کیا۔ یقینا غزل جنس کو موضوع بنانے سے انکاری نہیں ہے مگر غزل نے جنس کو تہذیب اور شائستگی کے دائرے میں لا کر مہذب بنا دیا ہے ۔ غزل کا نفسیاتی مطالعہ اس وقت تک نامکمل دکھائی دیتا ہے جب تک غزل میں استعمال کیے جانے والے تشبیہات و استعارات کا ذکر نہ کیا جائے۔ تشبیہ علم بیان کی پہلی قسم ہے دراصل تشبیہ سازی اس ذہنی عمل کا اظہار ہے جس میں الفاظ کا استعمال حقیقت کے بجائے مجاز کے معنوں میں ہوتا ہے۔ الفاظ حقیقی معنوں کی نسبت زیادہ پر اثر اور دلکش محسوس ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ شاعر اپنے لا شعوری محرکات سے کام لے کر تشبیہ و استعارہ کا استعمال کرتا ہے اور قاری بھی لاشعوری سطح پر پہنچ کر شاعر کے تلازمات سے لطف اندوز ہوتا ہے اس طرح جذبات سے لطف اندوزی کے مرحلے میں شاعر اور قاری ایک ہی جیسی سطح پر موجود ہوتے ہیں ریاض احمد نے تشبیہ و استعارہ کے متعلق اظہار خیال کیا :

مثلاً جب ہم محبوب کے رخسار کا تصور پیش کرتے ہیں اور اس کے لیے شعلہ گل کا استعارہ پیش کرتے ہیں۔ اس استعارے سے رخسار کا وہ مخصوص رنگ اور نزاکت ، جن میں اس کی کشش کا راز یہناں سے نہایت بلیغ پیرائے میں قاری کے ذہن میں پہنچ جاتے ہے ہیں۔) ۲۷

تشبیہ و استعارہ یا مجاز کا استعمال نہ صرف قدیم شاعروں کی شاعری میں شامل رہا ہے بلکہ جدید شعرانے اسے میراث سمجھتے ہوئے بہترین طریقے سے شاعری کا حصہ بنایا ہے۔ محمد حسن عسکری نے استعارے کے نفسیاتی مطالعے کے دوران استعارے اور خواب کے عمل کو یکساں قرار دیا ہے۔ انہوں نےاپنے مشہور مقالے " استعارے کا خوف " میں اس نکتے کو وضاحت سے پیش کیا کہ خواب کی پیدائش کا عمل اور استعارے کی پیدائش کا عمل ایک دوسرے سے جدا نہیں ہے محمد حسن عسکری کے مطابق

آدمی اپنے تجربات کو قبول بھی کرتا جاتا ہے اور رد بھی، ان دور حجانات میں سمجھوتے سے صورت نکلتی ہے کہ تجربہ براہ راست تو ظاہر نہیں ہوتا ، ہو بھی نہیں سکتا اس کی بجائے کوئی خارجی چیز تجربے کی قائم مقام بن جاتی ہے اس عمل کے ذریعے چاہے خواب وجو د میں آئے یا استعارہ اس میں ہمارے شعور ،ذاتی لاشعور ، اجتماعی لا شعور ، احساس، جذبے اور خیال کے ساتھ ساتھ ہمارے گردوپیش کا وہ حصہ بھی شامل ہے جو ہم نے اپنےاندر جذب کر لیا ہے۔ لہذا استعارے کی تخلیق کے لیے آدمی میں دو طرح کی ہمت ہونی چاہیے ایک تو اپنے لاشعور سے آنکھیں چار کرنے کی ، دوسرا اپنی خودی کی کو ٹھڑی سے نکل کر گر دو پیش سے ربط قائم کرنے کی۲۸

محمد حسن عسکری نے جس انداز میں غزل کے ساتھ نفسیاتی عوامل کا ربط قائم کرنے کی کوشش کی ہے وہ بڑی خاصے کی چیز ہے انہوں نےاپنے ایک اور مضمون میں بھی استعارے اور خواب کے عمل کو برابری کا درجہ عطا کیا ہے۔ محمد حسن عسکری کے مطابق استعارے کا تخلیقی عمل اور خواب کا تخیلی عمل یکساں حیثیت کے حامل ہیں۔

محمد حسن عسکری کے علاوہ مرزا محمد ہادی رسوا نے بھی تشبیہ و استعارہ کی نفسیاتی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ رسوا کے مطابق تشبیہ، استعارہ، مجاز مرسل اورکنایہ سب لذت کے موجب ثابت ہوتے ہیں۔وہ اس امر کی وضاحت کرتے ہیں کہ علم بیان اور صنائع بدائع سے لذت کیوں حاصل ہوتی ہے۔ ان کے مطابق تشبیہ سننے کے بعد سننے والے کو اپنی فکر کو استعمال کرنے کا موقع ملتا ہے اور یوں استعمال لذت کی وجہ بن جاتا ہے۔ کیوں کہ اس صورت میں قوت فکر کا اثر دماغ کے ان حصوں تک پہنچتا ہے جو مدت سے بیکار پڑے ہوتے ہیں۔ اسی طرح استعارہ بھی مسرت حاصل کرنے کی وجہ بنتا ہے۔ مرزار سوا کے مطابق استعارہ تشبیہ کے مقابلے میں زیادہ اعلیٰ اور بہتر ہے ۔ رسوانےاستعارے کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ڈاکٹر محمد احسن نے لکھا ہے :

مرزار سوانے استعارے کی تقسیم بھی نفسیاتی اثر کے لحاظ سے کی ہے۔ یعنی وہ استعارے جن کا مقصد محض توضیحی ہے یا جن سے وجدانی کیفیات پیدا ہوتی ہیں یا جن سے تعجب کا خوشگوار اثر مرتب ہوتاہے اور اسی لئے جس طرح تشبیہات عام اور مروج ہو کراپنا اثر کھو بیٹھتی ہیں اور ان سےاستعجاب اور انبساط پیدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح استعارے بھی عام اور متبذل ہو کر پامال ہو جاتے ہیں اوران میں وہ قوت باقی نہیں رہتی۔ ذہن اصل ماخذ کی طرف رجوع نہیں ہو تا جو استعارے کا مقصد ہوتا ہے۔) ۲۹

ان مراسلات کےذریعے مرزار سوانے اردو ادب کو نئے زاویے عطا کئے ، اردو میں شعر وادب کو علم النفس کے حوالے سے دیکھنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ مگر رسوا کے مراسلات نے ادب کو پہلی بار علم نفسیات کے مطابق سمجھنے کی کوشش کی اور ان کے یہ مقالات اردو ادب اور اردو تنقید میں نفسیاتی رجحانات لانے کے لئے محرک ثابت ہوئے۔ غزل کےنفسیاتی مطالعےکو عام طور پر نرگسیت کے پیمانے میں پر کھا جاتا ہے۔ علم نفسیات کی اصطلاحات میں سے ایک نرگسیت بھی ہے جس کا بنیادی مفہوم خود پسندی ہے اس کے علاوہ نرگسیت اور خوش فہمی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ قدیم و جدید شعرا کی شاعری کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ غزل میں نرگسیت کا عصر ہر شاعر کے یہاں موجود ہےچاہے کم یا زیادہ مقدار میں ہی کیوں نہ ہو ۔ سید شبیہ الحسن نے اپنے مقالے غزل میں نرگسیت " میں اس خیال کا اظہار کیا :

"غزل میں نرگسیت ہر شاعر کے یہاں کسی نہ کسی مقدار میں ملتی ہے) " ۳۰

اس کی مزید وضاحت سید شبیہ الحسن نے ان الفاظ میں کی ہے :

غزل میں عام طور پر نرگسیت اس لازمی مقدار سے زیادہ موجودہوتی ہے جو ہر انسان میں پائی جاتی ہے مگر یہ مقدار اتنی وافر نہیں ہوتی کہ اسے مرض قرار دیا جا سکے اس لیے غزل کی نرگسیت آسانی سے محسوس کی جاسکتی ہے ۔ مگر اتنی بری معلوم نہیں ہوتی ۔۔۔۔۔۔ غزل میں نرگسیت دروں بینی کی راہ سے داخل ہوتی ہے اور پھر لہو کا ایک جزو بن کر پورے بدن میں دوڑ جاتی ہے۔) ۳۱

مجموعی اعتبار سے دیکھا جائے تو غزل میں موجود نرگسیت دراصل غزل کے حسن میں اضافے کی موجب ہےنرگسیت کی مثال غزل کے مقطع کے ذریعے بھی پیش کی جاسکتی ہے کیوں کہ مقطع کی اہمیت اس وجہ سے زیادہ ہے کہ شاعر اس میں اپنے مخلص کااستعمال کر کے اسے ذاتی بنا دیتا ہے۔ غزل کے باقی اشعار کم و بیش لوگوں کے لیے ہوتے ہیں مگر مخلص کی بنیاد پر شاعر اپنے لیے مقطع لکھتا ہے اس لیے جن شعر اکے ہاں عام طور پر نرگسیت کا نفسیاتی عنصر دکھائی نہ بھی دے تو ان کے مقطع نرگسیت کی نشاندہی کرتے ہیں اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مقطع میں تعلی کا استعمال قدیم روایات کے مطابق کیا جاتا ہے اور جو مضامین بھی تعلی کے زمرے میں آتے ہیں وہ تمام نرگسیت کے آئینہ دار ہوتے ہیں ڈاکٹر سلیم اختر تحریر کرتے ہیں :

تعلی غزل کی اہم ترین روایات میں سے ہے ۔ نفسیاتی لحاظ سے دیکھیں تو تعلی نرگسیت کاادبی روپ قرار دی جاسکتی ہے کہ اس میں بھی شاعر معاصرین کے مقابلے میں اپنی برتری اور عظمت **کا** اظہار کرتا ہے) ۳۲

نرگسیت سے نہ فرد بچا ہوا ہے نہ ہی فنکار۔ یہ نفسیاتی حوالہ تو انسان کو اپنے دل و دماغ ، ظاہر و باطن پر ہی فریفتہ نہیں کرتا بلکہ اس سے اس کے اوصاف کا اقرار بہ زبان قلم کرنے پر بھی مجبور کرتا ہے اس لیے تقریباً تمام اصناف میں فن کار نے محسوس اور غیر محسوس طریقے سےنرگسیت کا اظہار کیا ہے ۔ نفسیاتی اعتبار سے مرثیہ کو یہ امتیازی حیثیت حاصل ہے کہ مرثیہ اور کتھارسس ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ کیوں کہ ارسطو کی نظرمیں یونانی المیہ کی تاثر انگیزی اور سامعین پر اس کے اثرات کا نام تزکیہ Ketharsis ہے ۔ ارسطو نے تزکیہ کی اصطلاح کا تعلق المیہ سے مربوط کر کے اس طرح وضاحت کی ہے کہ المیہ کا اختتام اس اندازمیں ہونا چاہیے کہ جو سامعین کے جذبات کو ابھارنے کے بعدسکون عطاکرے کیوں کہ تزکیہ کے ذریعے ایک ہی وقت میں سامعین کی اصلاح کے ساتھ ساتھ جذبات کوسکون بھی مل رہا ہوتا ہے ارسطو نے بوطیقا میں تزکیہ کی تعریف اس انداز میں کی ہے :

المیہ میں ایسےواقعات ترتیب دیے جائیں جن سے سامعین میں رحم اور دہشت کے جذبات پیدا ہوں تا کہ ان میں شدیدابھار کےبعد ان کا تزکیہ ممکن ہو سکے۔) ۳۳

تزکیہ کے اس مفہوم کے مطابق جب مرثیہ کانفسیاتی جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ تاثر انگیزی اور اثر انگیزی کے اعتبار سے مرثیہ المیہ سے بھی سبقت لے گیا ہے ۔ مرثیہ واحد صنف سخن ہے جس میں سامعین تزکیہ کے بعد سکون محسوس کرتے ہیں۔ یونانی ڈرامے میں رحم اور دہشت کے جذبات ابھار کر آخر میں تزکیہ نفس کیا جاتا ہے جب کہ مرثیہ میں حضرت امام حسینؑ کے بے مثل کردار ، ان کے ساتھیوں کا حوصلہ اور قربانی کے جذبات کاذکر دردانگیز انداز میں کیا جاتا ہے۔ یہ جذبات اگر ایک طرف محبت اور عقیدت کے احساسات پیدا کرتے ہیں تو دوسری طرف حضرت امام حسینؑ کا باطل کے آگے سر نہ جھکانا اور شہادت کا راستہ اختیار کرنا احساس تفاخر میں مبتلا کرتا ہے ڈاکٹر سلیم اختر تحریر کرتے ہیں :تزکیہ کے معاملے میں مرثیہ غالباً تمام اصناف پر سبقت لے جاتاہے شہادت کی بنا پر تاثرانگیزی کے لیے شاعر کو اس میں کم سے کم کوشش کی ضرورت ہوتی ہے ۔ کیوں کہ واقعات بجے ہیں ادبی تخلیقات میں تمام فنی محاسن اور اسلوب سے وابستہ باریکیوں سےکام لے کر جھوٹ کو سچ ثابت کیا جاسکتا ہے اور قاری کی تطبیق '' اس "سچ کی گویا توثیق کر دیتی ہے ۔ جب کہ تمام ادب کے بر عکس مرثیہ میں سچ کو ہر ممکن طریقے سے اجاگر کرنے کے باوجود یہ احساس باقی رہتا ہے حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔) ۳۴

اس باب میں ہم نے نفسیات اور ادب کا باہمی ربط تلاش کرنے کی کوشش کی ہے ادب پر نفسیات کی اثر آفرینی سے انکار ممکن نہیں ہے کیونکہ کوئی بھی ادیب اور شاعر انسان ہونے کے ناطے اپنی منفر د نفسیات کا حامل ہے۔ کوئی بھی فنکار انفرادی اور اجتماعی نفسیات کا اثر قبول کرتا ہے اور اپنی تحریروں کی ذریعے اظہار کرتا ہے۔ انسانی جذبات، حرکات و سکنات اور رویوں پر نفسیات نے جس جس طرح اثر ڈالا ہے اور انسانی ذہن کی جن جن پر توں کو نفسیات نے کھولا ہے ، ادب کے ذریعے ادیب نے اس کی عکاسی کی ہے اور اسے ادب کا حصہ بنایا ہے المختصر نفسیات نہ صرف زندگی پر اثر انداز ہو رہی ہے بلکہ اس نے ادب پر بھی اثر انداز ہو کر موضوعات کی نئی راہیں ہموار کی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ کلیم الدین احمد، تحلیل نفسی اور ادبی تنقید ، الفضل ناشران کتب لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۸

۲۔ایضاً، ص ۹

۳۔ڈاکٹر سید عبداللہ ، اشارات تنقید ،مکتبہ خیابان ادب لاہور ، بار اول :۱۹۶۶ء، ص ۳۴۴

۴۔ڈاکٹر شارب ردولوی، جدید اردو تنقید) اصول و نظریات (اتر پردیش اردو اکادمی لکھنو ، ساتواں ایڈیشن، ۲۰۰۲ء، ص ۱۸۶

-۵۔ ڈاکٹر سلیم اختر، نفسیاتی تنقید ، مجلس ترقی ادب لاہور ، ۱۹۸۶ء، ص ۵۷

۶۔ایضاً، ص ۵۶

۷۔ ڈاکٹر سلیم اختر، تخلیق، تخلیقی شخصیات اور تنقید ، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۶ء، ص۱۱

http://en.m.wikipedia.org?wiki

۹۔ممتاز مفتی اردو ادب اور نفسیات'' ماہنامہ ماہ نو، کراچی اگست ۱۹۵۵ء

۱۰۔ ڈاکٹر حنیف فوق، مثبت قدریں، دبستان مشرق، ڈھاکہ ۱۹۶۸ء، ص ۴۷

Sigmund Freud "General introduction to psycho analysis" Hogarth press London, 1952, P # 232

۱۲۔دیویند راستر ، '' ادب اور نفسیات '' اشاعت اول، مکتبہ شاہراہ دہلی اپریل ۶۳ ، ص ۱۲۴

۱۳۔ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی اردو ناول پر مغربی اثرات) " مقالہ (مشمولہ ماہ نو، کراچی مئی ۱۹۵۰ء

۱۴۔غلام حسین اظہر ،'' ادبیات پر نفسیات کے اثرات) '' ترجمہ شدہ مقالے (مشمولہ :تہذیب الاخلاق ،) ماہنامہ (لاہور اگست ۱۹۶۶ء

۱۵۔ ڈاکٹر ابوللیث صدیقی اردو ناول پر مغربی اثرات) '' مقالہ (مشمولہ :ماہ نو، کراچی مئی۱۹۵۰ء

۱۶۔یضاِ

۱۷۔ سجاد علی مہر، اردو ادب اور نفسیات، ماہ نو) ماھنامہ (اگست ، ۱۹۵۵ء

۱۸۔ ڈاکٹر جمیل جالبی، ارسطو سے ایلیٹ تک'' نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۷۵ء، ص ۱

ایضاً، ص ۵۵

۲۰ محمد ہادی حسین، شاعری اور تخیل، مجلس ترقی ادب لاہور ، ۱۹۶۶ء، ص ۳۷

۲۱۔محمد نعیم بزمی، امیجری، محبوب پبلشرز، لاہور ۲۰۰۵ء ، ص ۴۹

۲۲۔ محمد ہادی حسین، شاعری اور تخیل، مجلس ترقی ادب لاہور ،۱۹۶۶ء، ص ۳۳

۲۳۔ ڈاکٹر جمیل جالبی، ارسطو سے ایلیٹ تک " نیشنل بک فاؤنڈیشن ، ۱۹۷۵ء، ص ۳۱۵

۲۴ سید شبیہ الحسن، تنقید و تحلیلادارہ فروغ اردو لکھنؤ ۱۹۵۸ء، ص ۱۵۷

-۲۵۔ فراق گورکھپوری، اردو کی عشقیہ شاعری، سنگم پبلشنگ ہاؤس الہ آباد ، ۱۹۴۵ء، ص ۳۰

۲۶۔ سلیم احمد ،) مقالہ (اردو غزل، مشمولہ ماہنامہ، ساقی، کراچی ۱۹۵۴ء ۲۷۔ ریاض احمد، تنقیدی ،مسائل، اردو بک اسٹال لاہور ، ۱۹۶۱ء، ص ۲۶

-۲۸ محمد حسن عسکری، مقالہ استعارے کاخوف، مشمولہ : ستارہ یا بادبان،مکتبہ سات رنگ کراچی،

۱۹۶۳ء، ص ۲۶

۲۹ سید شبیہ الحسن، تنقید و تحلیل، ادارہ فروغ اردو، لکھنو، ۱۹۵۸ء، ص ۸۵

۳۰۔ ڈاکٹر محمد حسین، مرزار سوا کے تنقیدی مراسلات، ادارہ تصنیف علی گڑھ ، ۱۹۶۱ء، ص ۲۳

۳۱ ایضاً، ص۸۵

۳۲۔ ڈاکٹر سلیم اختر ، نفسیاتی تنقید، ص ۲۶۳

۳۳۔ عزیز احمد) مترجم (بوطیقا انجمن ترقی اردو کراچی ۱۹۶۱، ص ۹۵

۳۴۔ ڈاکٹر سلیم اختر، تخلیق، تخلیقی شخصیات اور تنقید ص ۲۷۲